

سورہ الانفال میں امانت کا حق ادا نہ کرنے کو خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: يَأَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِتُكُمْ وَأَنْتُمْ تَغْلِمُونَ ۝ (الانفال: ۸) ”جانے بوجستہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اپنی امانتوں میں غداری کے مرتكب نہ ہو۔“

مسلم کی جامع الصحیح میں کتاب الامارة میں حدیث کامفہوم یہ ہے کہ ایک امیر جو ایک منصب قبول کرتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اپنی مقدور بھر کوشش نہیں کرتا وہ کبھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ گوا منصب چاہے سیاسی و جوہرات کی بنابر ہو یا مسلکی اور نرم یعنی بنیاد پر جب تک اصل بنیاد الہیت اور صلاحیت کی نہ ہو شرعی نقطۂ نظر سے ظلم ہے۔

یہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ پاکستان اور بہت سے مسلم ممالک میں اعلیٰ تین مناصب تک عموماً تقرری کی بنیاد کسی کی سفارش، رشتہ داری یا سیاسی تعلق ہوتا ہے۔ عدل اور صلاحیت کو کبھی معیار نہیں بنا یا جاتا حتیٰ کہ عوام بھی ایسے افراد کو ووٹ دینا زیادہ پسند کرتے ہیں جو برسر اقتدار آ کر بجائے عدل و انساف کے ان کو ذاتی فائدہ پہنچا سکیں۔ جب تک ہم بھیتیں ایک امت اس لکھر کو تبدیل نہیں کریں گے، امت مسلم اعلیٰ قیادت اور اصول پرستی سے محروم رہے گی۔ ذاتی، گروہی اور مسلکی مفادات کے نتیجے میں جو افراد بھی مناصب پر آئیں گے وہ امانتوں کو پاپاں کرنے میں اپنے سے پہلے والوں سے وقدم آگے ہی نکلتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے گھر کو اپنے ہاتھوں تباہ کرنے سے بچائے۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

قرآن کریم اور عالمی موضوعات

س: قرآن کی باتترجمہ تدریس کرتے ہوئے کئی مقامات ایسے آتے ہیں جہاں سن بلوغت کے معاملات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ ۹ سے ۱۶ سال کی عمر زندگی کے حیاتیاتی حقائق کے سلسلے میں تجسس کی ہوتی ہے۔ کیا ان آیات سے ذہنوں پر مقنی اثرات نہیں پڑیں گے؟

مغرب تو جس کے معاملے میں تمام حدیں توڑ گیا، تاہم قرآن کے حوالے سے خیال ہے کہ شاید ایک غیر محسوس انداز میں قرآن اپنے پڑھنے والے کو حقائق سے آگاہ کرتا ہے۔ گوا ایک طرح کی صفتی تعلیم کا فطری ساقطام قائم ہے۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اسلامی نظام تعلیم کے حکمت کار نصایبات میں بالکل غیر محسوس انداز میں افزائش نسل کے معاملات کے احسن پہلوؤں کو شامل کر دیں؟ کیا علاعے کرام اسلام کے شرم و حیا کے معیار کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی اجازت دے دیں گے؟

فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ ”گویا کسی منصب یا ذمہ داری پر تعین کرنے والوں اور متعین ہونے والوں دونوں پر یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ جب کسی کو ذمہ داری دی جائے تو وہ پوری واقفیت رکھتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ ایک میڈیکل ڈاکٹر کو وزیر دفاع یا مالیات یا قاضی القضاۃ بنا دیا جائے، جب کہ وہ ان شعبوں کی الف باسے بھی واقفیت نہ رکھتا ہو اور اس کی پہچان صرف یہ ہو کہ وہ سربراہ مملکت یا کسی اعلیٰ افسر کا قریبی عزیز، دوست یا اس کی جماعت کا کارکن ہے۔ اس سلسلے میں جتنی جواب دہی اولی الامر کی ہے اتنی ہی مامور کی بھی ہے۔ اگر ایک شخص یہ جانتا ہو کہ وہ ایک منصب کی شرائط پوری نہیں کرتا اور وہ اس منصب کو قبول کرتا ہے تو وہ عدل کے منافی ظلم کا مرتب ہوتا ہے۔ اس کا اپنا فرض ہے کہ وہ ایسے منصب کو قبول نہ کرے۔ قرآن کریم نے سورۃ المؤمنون میں اہل ایمان کی بنیادی خصوصیات میں اس پہلو پر خاص توجہ دی ہے اور فرمایا ہے: وَالَّذِينَ هُنَّ لَا مُنْتَهُمْ وَعَنْهُمْ رَمْغُونَ ۝ (المؤمنون ۸۰:۲۳) ”اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدو پیمان کا پاس رکھتے ہیں“۔ ظاہر ہے ایک شخص اگر غلط منصب قبول کرتا ہے تو وہ نہ صرف اس منصب کے ساتھ زیادتی اور ظلم کرتا ہے بلکہ خود اپنے ساتھ بھی ظلم کرتا ہے اور امت مسلمہ کے بھی مفاد (مصلحت عامہ) کے خلاف ایسا کام کرتا ہے۔

اس اصول کی روشنی میں اگر کوئی سیاسی یا مذہبی جماعت ایسے افراد کی سیاست تقریباً کرتی ہے جو اس منصب کے اہل نہیں ہیں اور ان شرائط کو پورا نہیں کرتے جو اس سے تعلق رکھتی ہیں تو یہ بد دینی، ظلم اور امت مسلمہ کے ساتھ نا انسانی ہے۔ ہاں، اگر کسی سیاسی جماعت کی فکر اور نظریے سے ہم آہنگ افراد ان شرائط پر معروضی طور پر پورے اترتے ہوں اور مروجہ ضوابط کے تحت بغیر کھینچاتا نی کے qualify کرتے ہوں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہو گی۔ یہی شکل مذہبی و سیاسی جماعتوں کے اندر مناصل کی ہے۔ اگر کسی جماعت کی سربراہی کے لیے ایسے فرد کو ذمہ داری سونپ دی جائے جو اس کی فکر اور مطلوب کردار کا حامل نہ ہو تو یہ سر اور ظلم اور عدل کے منافی ہو گا۔

تحریکات اسلامی کا امتیاز ہی یہ ہے کہ خود تحریک کے اندر ذمہ داریوں پر تعین کا معاملہ ہو یا تحریکات اسلامی کے بوسراقدار آنے کے بعد مختلف شعبہ ہائے حیات میں افراد کا تعین ہو وہ اپنے آپ کو مصلحت عامہ اور مروجہ ضوابط سے آزاد نہیں کرتیں۔ البتہ انھیں اس کا پورا حق پہنچتا ہے کہ دستوری ذریعے کا استعمال کرتے ہوئے شرائط و ضوابط میں ان پہلوؤں کو شامل کریں جن کا تعلق افراد کے کردار دیانت اور فنی صلاحیت سے ہو اور پھر کھلے اور شفاف طریقے سے ان حضرات کو متعین کریں جو ان شرائط پر پورے اترتے ہوں۔

پارٹی کے نام پر محض کارکنوں کو نوازا، اسلام کا مدعہ ہے نہ عدل سے منابت رکھتا ہے۔

ج: آپ کے سوال کا تعلق ایک اہم عملی مسئلے سے ہے اور جدید تعلیمی تصورات میں اسے بنیادی اہمیت دی جا رہی ہے۔ بلاشبہ قرآن کریم تمام انسانوں کے لیے جامع ترین بدایت ہے اور قیامت تک کے لیے اس میں انسان کی فلاح کا سامان موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم انسان کی پیدائش کے مراحل اور پیدائش کے بعد نشوونما و تربیت کے بارے میں اصولی ہدایات فراہم کرتا ہے۔ البتہ اس کا اسلوب نہ کسی علم الاجسام کی کتاب کا ہے نہ کسی صرفی معلومات کی انسائیکلو پیڈیا کا بلکہ یہ اعلیٰ ترین اخلاقی تصور کے ساتھ ہر عمر کے انسانوں کو بنیادی انسانی ضروریات کی اخلاقی تکمیل کے ذریعے سے آگاہ کرتا ہے۔

اس سلسلے میں بلوغت کے مسائل ہوں یا عائلی معاملات، شوہر اور بیوی کا تعلق ہو یا ایک ۱۳ سالہ نوجوان کے طہارت کے مسائل، ان تمام معاملات پر قرآن کریم نے روشنی ذاتی ہے تاکہ بچپن ہی سے ایک فرد کو راہیجت کیے بغیر ختم ہے انداز میں بنیادی معلومات فراہم کر دی جائیں۔

اسلام میں جو عمر نماز اور روزے کی فرضیت یا ایک ذمہ دارانہ زندگی کے آغاز کے لیے ہے وہی عمر ایسے معاملات کی بھی ہے جن میں ایک نوجوان کو عالمِ خواب میں انسان یا جسم کے طبعی نظام کے نتیجے میں ایک لڑکی کو ایام کے واقع ہونے کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان تمام معاملات سے اگر روایتی شرم کی بنا پر اغماض برتا جاتا تو ہدایت کہاں سے ملتی؟ اس لیے کتاب ہدایت نے ان معاملات کا ذکر کیا لیکن ایسے انداز میں کہ جس کو یہ مسائل پیش آئیں نہ اسے احساس جرم ہونہ احساس محرومی و شرمندگی۔ چنانچہ نمازِ سکھاتے وقت والدین کو یہ بتانا ہوتا ہے کہ وضو غسل اور طہارت کے مسائل کیا ہیں؟ اس سلسلے میں فقہی کتب کا سہارا لینا پڑتا ہے جو ان مسائل کو سادہ انداز میں پیش کرتی ہیں۔ اکثر کتب ایسی تفاصیل بیان نہیں کرتیں جو نو عمر افراد کے لیے شرم کا باعث ہوں۔

ہمارا فرض ہے کہ ان معاملات پر سادہ اور آسان طریقے سے معلومات فراہم کریں۔

اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو مغرب زدہ اور مغربی تعلیمی تصورات سے متاثر حضرات جنی تعلیم کے عنوان سے ہماری نوجوان نسل کو جنی جوں کی طرف لے جائیں گے اور ناقص تعلیم کے ذریعے ان کے اخلاق کو پامال کرنے کی کوشش کریں گے۔ آج دنیا کے تمام تعلیمی ادارے ”مفہوظ تعلق“، جیسی شرم ناک اصطلاح معصیت اور فحاشی کے تبادل کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور اسی کو جنی تعلیم سے تعبیر کرتے ہیں۔

اگر قرآن و سنت کی مدد سے یہ بات بچپن ہی سے ذہن نشین کرادی جائے کہ جن مخالف سے صرف اور صرف ایک ہی رشتہ جائز ہو سکتا ہے اور وہ عقد نکاح کے ذریعے ممکن ہے تو مغرب کی جنی بے راہ روی کے غبارے سے ساری ہوا نکالی جا سکتی ہے اور آنے والی نسلوں کو مہلک اخلاقی اور جسمانی امراض سے بچایا جا سکتا ہے۔